

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کے بارے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے حال ہی میں جو متفقہ فیصلہ کیا ہے اس پر لفظ قبیلہ کا اطلاق صحیح نہیں۔ یہ تو مسلم قوم کے عقیدہ و ایمان کا اس کے نمائندوں کی طرف سے ایوان حکومت کے اندر برعلا اظہار ہے یا دوسرے لفظوں میں قوم کے نمائندوں کی زبان سے اس بات کا اعتراف ہے کہ ملکی دستور میں جس بنیادی حقیقت کو گذشتہ ستائیس برس سے نظر انداز کیا جا رہا تھا اسے آئین میں شامل کر لیا گیا ہے۔ ورنہ جہاں تک اسلام میں عقیدہ ختم نبوت کی بنیادی اہمیت کا تعلق ہے وہ تو اسی روز سے مسلم ہے جس روز سے خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی صراحت کر دی ہے۔ اس عقیدہ پر ایمان لا کر ہی کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ مجرد خدا پر ایمان تو مسلمانوں کے علاوہ دوسرے بیشمار لوگ اور متعدد قومیں بھی رکھتی ہیں۔ پھر دنیا میں ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جو نہ صرف توحید کے قائل ہیں بلکہ آخرت، نبوت، احشر و نشر پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کے اور مسلمانوں کے مابین اگر اختلاف ہے تو صرف یہ کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ محمود صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہونے کی وجہ سے قیامت تک منشا الہی کے واحد ترجمان ہیں۔ حضور کی لائق ہوتی تعلیمات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہی وہ فیصلہ کن معیار ہے جس کے مطابق نوع بشری کو رہتی دنیا تک صحیح و غلط اور محمود و مذموم کے مابین تفریق کرنا ہوگی۔

دنیا کے بہت سے لادین افراد، جن کے غیر مسلم ہونے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر بھی شبہ نہیں، حضور کا متعدد وجوہ کی بنا پر احترام کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک حضور ایک انقلابی شخصیت کے مالک تھے اور بعض کے خیال میں حضور نے مصلح کی حیثیت سے شاندار کردار ادا کیا۔ بعض مفکرین کی نظر میں حضور سرور کائنات نے تہذیب کے گیسو سونوارے

اور عقل کو چار چاند لگائے اور بعض کے نقطہ نظر کے مطابق حضور نے معیشت کو عدل و انصاف کی بنیاد پر استوار کرنے میں شاندار کارنامہ سرانجام دیا۔ حضور سرور کائنات کے یہ سارے کارنامے اپنی جگہ سجا اور درست اور حضور کی عظمت کے ناقابل تردید شواہد! مگر محض ان کے اعتراف سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ زبان سے اور دل کی گہرائیوں سے اس حقیقت کا اعتراف کرے اور اس اعتراف کو اپنی زندگی کا سب سے بیش قیمت سرمایہ تصور کرے کہ خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نبوت کا جو مقدس سلسلہ قائم کیا تھا اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب قیامت تک حضور ہی انسانوں کے مطاع اور ہادی اور رہنما ہیں، اور جو شخص حضور کی اطاعت، حضور کی ہدایت اور حضور کی رہنمائی کے مقابلے میں کسی دوسرے فرد یا گروہ کی اطاعت اور رہنمائی کو جزیئی یا کلی فوقیت دیتا ہے یا اپنے اندر اس قسم کا کوئی رجحان بھی رکھتا ہے۔ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے سلسلے میں بعض گمراہ طبقے بڑی عیاری کے ساتھ لوگوں کے اندر اس باطل خیال کو بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضور بلاشبہ نبی برحق تھے، ان کے عظیم الشان کارنامے بھی ہر لحاظ سے قابل ستائش ہیں، لیکن حضور کی نبوت اور حضور کی تعلیمات کا تعلق چونکہ اُس مخصوص دور سے تھا جس میں آپ مبعوث ہوئے اسی لیے ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یا زیادہ سے زیادہ ان کی وفات کے دس بارہ سال بعد وہ دور ختم ہو گیا۔ لہذا حضور کے ارشادات و فرمودات اور ان کے پاکیزہ افعال و اعمال خواہ اُس مخصوص دور کے لیے کس قدر غیر معمولی اہمیت کے حامل رہے ہوں مگر آج کے دور میں وہ تمام کے تمام واجب الاتباع قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ آج عصری تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر ان کی صحت اور افادیت کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ ان عیار لوگوں کے الفاظ خواہ کتنے ہی دلفریب اور دلکش ہوں لیکن ان کے پیچھے صرف یہی جذبہ کام کرتا ہے کہ حضور کی نبوت کو ایک عارضی اور وقتی رہنمائی سمجھ کر اُسے ایک قصّہ پارینہ بنا دیا جائے۔

بالکل اسی نوعیت کی گمراہی کا وہ لوگ شکار ہیں جو حضور کی نبوت کے تو قائل ہیں مگر نبوت کے اس مقدس

سلسلے کو آپ کی ذات پر اختتام پذیر ہونے کے قائل نہیں اور اپنے اس صریح انکار، جو بالکل کفر ہے، کی ایسی جھوٹی تاویلات کرتے رہتے ہیں جس سے وہ اصل مفسد ہی فوت ہو جاتا ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کی حیثیت سے مبعوث فرمایا تھا۔ یہ لوگ بعض دوسرے عیار غیر مسلموں کی طرح کبھی کبھی اپنی زبان سے حضور کی عظمت کا اعتراف بھی کر دیتے ہیں مگر اس اعتراف کے پیچھے وہ ساری فریب کاریاں موجود ہوتی ہیں جن کا دوسرے غیر مسلم اور لادین عناصر تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی تقریروں اور تحریروں اور اخباری بیانات میں حضور کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، ان کے محاسن بھی گنوانے ہیں، اور ان حقائق کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ حضور نے انسانیت پر بڑے احسانات کیے ہیں، ان کی ذات جامع کائنات ہے اور ان میں تمام انبیاء کے اوصاف بدرجہ اتم موجود ہیں۔ کوئی دوسرا پیغمبر اپنے مرتبے اور مقام میں ان کے برابر نہیں ہو سکتا مگر وہ ان دلکش فقروں کی آڑ میں یہ کہہ کر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضور کی غلامی میں اس قدر خیر و بکثت پائی جاتی ہے کہ اس میں سچے دل سے گرفتار ہونے کے بعد ایک شخص نبی بن سکتا ہے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم النبیین کہا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ سلسلہ نبوت آپ کی ذات اقدس پر ختم ہو گیا ہے بلکہ یہ ہے کہ جس شخص پر حضور کی اطاعت کی مہر تصدیق ثابت ہو جائے وہ نبوت کا حقدار ہو جاتا ہے۔

یہ ہے وہ ضلالت و گمراہی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اعتراف کے پردے میں بڑی عیاری سے پھیلانی جاتی ہے۔ بعض لوگ اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس کفر کو پہچاننے سے قاصر رہتے ہیں درآنحالیکہ یہ ہے صریح کفر۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ سارے انبیاء میں افضل ہیں اور ان کی جملہ صفات حضور کی ذات اقدس میں اپنے پورے کمالات کے ساتھ جمع ہیں یا بالفاظ دیگر خدا کے بعد جس عظیم مہنتی کا کوئی انسان تصور کر سکتا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی ہے۔ دنیا میں نیکی، پرہیزگاری، خدا خوفی، شرافت، امانت اور دیانت کی جو قدیلیں بھی روشن ہیں وہ سب حضور کے نور سے ستیز ہیں۔ یہ سب حقائق اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہیں اور انہیں تسلیم کرنا ایمان کا اہم تقاضا ہے لیکن محض اسی تقاضے کو پورا کرنے سے ایمان کا وہ تقاضا پورا نہیں ہوتا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے حضور کی ذات بلاشبہ تمام انبیاء کے اوصاف کا مظہر اتم تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی اتنی ہی بنیادی

اہمیت کی حامل ہے جتنی کہ حضور کی غیر معمولی عظمت کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہ آخری رسول ہیں جن پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے۔ حضور کی ذات اقدس اگر ایک زاویہ نگاہ سے نبوت کی معراج ہے تو دوسرے زاویہ نگاہ سے نبوت کا اختتام بھی ہے اور حضور کی ان دونوں حیثیوں کا ماننا حضور پر ایمان کا لازمی اقتضا ہے۔ اگر ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تو تسلیم کرتا ہے مگر انہیں ختم الرسل نہیں مانتا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حضور کو آخری نبی کی حیثیت سے تو مانتا ہے مگر ان کے مقابلے میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو افضل جانتا ہے تو اس کا دل بھی متاع ایمان سے خالی ہے۔

گمراہی کے اندر کشش اور وزن پیدا کر کے اس کا پرچار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے گمراہ کن مفروضات قائم کیے جائیں کیونکہ ان مفروضات پر ہی کسی گمراہ کن نظریہ کی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں گمراہی پھیلانے والوں نے سب سے پہلے غلط مفروضات ہی قائم کیے ہیں۔ ان میں سے پہلا غلط مفروضہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت کو حضور کی غلامی کی رہن منت سمجھ لیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص بھی سچے دل کے ساتھ حضور کی پیروی کرے گا اس کے روحانی درجات اتنے بلند ہو جائیں گے کہ اس کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ مقام نبوت کے بارے میں اس غلط اور گمراہ کن نظریہ کا یہ پہلا مقدمہ ہی بالکل غلط ہے۔ نبوت کسی عظیم تر نبی کی پیروی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے تحت جسے چاہتا ہے اسے اس خصوصی امتیاز سے سرفراز فرمادیتا ہے۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

مَا يَوْدُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ
عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ط
وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ
يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ ط (البقرہ - ۱۰۵)

یہ لوگ جنہوں نے دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے، ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف تم پر کوئی بھلائی نازل ہو، مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے اور وہ بڑا افضل فرمانے والا ہے۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو مختلف مقامات پر نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ مقام نبوت کسی ریاضت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا سارا دار و مدار اللہ کی حکمت اور اس کی مرضی پر ہے وہ جسے چاہتا ہے اُسے یہ ”رحمت“ عطا کر دیتا ہے۔ اس پر کسی شخص کا اپنے کسی عمل کی وجہ سے استحقاق نہیں ہو سکتا۔ اگر نبوت کا دار و مدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ پیروی پر ہوتا تو پھر اس بلند مرتبہ و مقام کے سب سے زیادہ مستدار آپ کے جانثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ حضور کی غلامی کی وجہ سے سب سے پہلے یہ اعزاز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آتا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے سرفراز کیے جاتے پھر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باری آتی اور اسی طرح حضور کے دوسرے رفقاء کو یہ عظمت نصیب ہوتی لیکن ان حضرات میں سے کسی ایک بزرگ کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی یہ بات نہ آئی کہ حضور کی پیروی کے صدقے میں وہ مقام نبوت پر فائز ہونے کے مستحق ہیں۔ ان کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس قدر مسلم اور واضح حقیقت تھی کہ وہ اس بات کا کبھی تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کرنے کے بعد خود بھی نبوت کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔ ان کے لیے جس طرح یہ باور کرنا ناممکنات میں سے تھا کہ خدا کے علاوہ بھی کوئی معبود ہو سکتا ہے بالکل اسی طرح ان کے لیے یہ بات بھی ناقابل فہم تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت کا کوئی نیا دعویٰ جہنم لے سکتا ہے چنانچہ جس شخص اور گروہ نے اس معاملے میں کوئی معمولی سی جسارت بھی کی اُسے انہوں نے پوری قوت سے دبا دیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا باطل نظریہ جس دوسرے غلط مفروضے پر قائم ہے اس کا پورا تانا بانا ہی دجل و فریب سے تیار کیا گیا ہے اور اس کی تیاری میں بھی وہی مکاری کا فرمانظر آتی ہے جس کی جھلک اس پورے فلسفے میں باسانی دیکھی جاسکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے نام پر بڑی عیاری کے ساتھ اس گمراہ کن تصور کو لوگوں کے دل و دماغ میں بٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ بات حضور کی شان کے منافی ہے کہ حضور کی ذات پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا جائے۔ نبوت کو چھو نہ کہ قرآن مجید میں رحمت قرار دیا گیا ہے اس لیے رحمۃ اللعالمین کے بعد اس رحمت کا انقطاع معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لہذا حضور کی ارفع و اعلیٰ شان اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ

کے بعد سلسلہ نبوت کو قائم رکھا جائے۔ اگر حضور کی بعثت سے پہلے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے جاسکتے تھے تو حضور کے وصال کے بعد بھی اس سلسلے کا قائم رہنا ضروری ہے۔

یہ باطل مفروضہ کسی منطقی معالطوں سے عبارت ہے، سب سے پہلے یہ دعویٰ کہ حضور پر سلسلہ نبوت کا اختتام حضور کی شان کے منافی ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ آخر یہ کیونکر فرض کر لیا گیا ہے کہ چونکہ صفت نبوت اپنے اوج کمال اور معراج کو پہنچ چکی ہے اس لیے اس کے بعد اگر اس کا سلسلہ ختم ہو جائے تو وہ اس کی توہین اور تذلیل کے مترادف ہے۔ یہ طرز استدلال اگر صحیح مان لیا جائے تو پھر یہ اس بلند وبالذات کمی بھی توہین ہے کہ اس کی معرفت حاصل ہو جانے کے بعد آدمی ہر دوسرے معبود سے صرف نظر کر لے۔ اگر کسی بہتی کی عظمت کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ وہ چھوٹے بڑے پیمانے پر اپنی نوعیت کی دیگر مہبتوں کو معرض وجود میں لانے کا ذریعہ بنتا رہے تو پھر خدا کے ساتھ دوسرے خداؤں کا ماننا بھی انسان کی ایک ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے انبیاء کی مثال آفتاب اور ستاروں کی سی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے ستاروں کی مانند انبیاء مبعوث فرمائے تاکہ جھٹکی ہوئی انسانیت راہ یاب ہو سکے مگر ان ستاروں کا وجود اس بات کا پتہ دے رہا تھا کہ ایک ایسا آفتاب طلوع ہونے والا ہے جس کی روشنی میں دوسری سب روشنیاں ماند پڑ جائیں گی۔ وہ آفتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی صورت میں اس کرہ ارض پر طلوع ہوا۔ اس آفتاب کے نمودار ہونے سے پہلے تو ستاروں کی روشنی کی بلاشبہ اہمیت تھی، بلکہ اس وقت تو قندیلیں اور دیئے بھی بڑی افادیت کے حامل تھے لیکن آفتاب کے جلوہ گر ہونے کے بعد آخر ان کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ ان کا فائدہ اگر کچھ ہو سکتا ہے تو صرف ان بد نصیب لوگوں کو جو سب سے پہلے اپنے آپ کو کسی ایسے تنگ و تاریک گوشے میں مقید کر لیں جہاں اس آفتاب کی کوئی کرن نہ پہنچنے پائے کیونکہ جو مقام اس کی کرنوں سے منور ہوگا وہاں دوسری روشنی بالکل عبث اور بیکار ہوگی۔ فروغ صبح سے پہلے اگر نور کے لطیف ریزے فضائے بسیط کو

مدہم سی روشنی مہیا کر دیں تو یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے لیکن جب خورشید طلوع ہو کر پورے عالم کو بقعہ نور بنا دے تو پھر یہ لطیف ریزے بالکل غیر موثر ہو جاتے ہیں بلکہ ان کے وجود کا انسان اور اک بھی نہیں کر سکتا۔

پھر اس حقیقت کا ایک دوسرا پہلو بھی قابل غور ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے تو نور کے لطیف ریزوں کی موجودگی انسان کے اندر اُمید کی شمع فروزاں کرنے کے لیے ضروری ہے کہ رات کی تاریکی چھٹا چاہتی ہے۔ اور آفتاب جلد ہی دنیا کو منور کرنے والا ہے لیکن جب آفتاب کی کرنیں کرہ ارض کو روشن کر دیں اور انسان کو اس بات کا بھی یقین ہو کہ دوسرا کوئی آفتاب اس کی جگہ لینے والا نہیں تو مصنوعی روشنی کے چھوٹے چھوٹے فانوسوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کر کے ان کے دلوں میں اُمید کی کون سی جوت جگاٹی جاسکتی ہے۔

یہ بات انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے اور اس کے دل میں خوب کے لیے اس وجہ سے جذبہ محبت و احترام ہوتا ہے کہ اُسے "خوب" سے خوب تر کا پتہ ملتا ہے اور وہ اس بات کا اندازہ کر سکتا ہے کہ اگر یہ "خوب" ان خوبیوں کا حامل ہے تو "خوب تر" میں کس طرح کی خوبیاں موجود ہوں گی اور جو اس "خوب" کی سب سے آخری، سب سے افضل، سب سے زیادہ نمایاں اور سب سے بہترین صورت ہوگی تو وہ کیا ہوگی۔ "خوب" اس وقت تک تو کسی فرد یا گروہ کے لیے محبت و عقیدت کا محور و مرکز رہ سکتا ہے جب اس کی زیادہ بہتر صورت نظروں سے اوجھل رہے لیکن جب یہ "خوب" اپنی کمال اور مثالی صورت میں سامنے آ جائے اور انسان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس سے زیادہ بہتر صورت کا تصور ممکن نہیں تو پھر محبت اور عقیدت کے سارے جذبات صرف اسی بہترین ذات کے گرد گھومتے ہیں اور انسان کسی دوسری طرف توجہ کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہو سکتا۔

خداوند تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین کو جو انبیاء کا امام اور سلسلہ نبوت کی آخری کرطی بنایا ہے تو اس کے پیچھے بہت سی حکمتیں کار فرما ہیں۔ ان میں سب سے پہلی حکمت یہ ہے کہ اب جو شخص بھی اللہ کی رحمت کا طلبگار ہے اور خدا کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے تو اُسے ادھر ادھر تاریکی میں ٹامک ٹوٹیاں ماننے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے خلوص کے ساتھ صرف رحمۃ اللعالمین کا دامن مقام لینا چاہیے (باقی بر صفحہ ۵۷)۔